



سوال

ایک حدیث قدسی ہے کہ: (میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں اب وہ میرے بارے میں جو مرضی گمان کر لے) جبکہ دوسری طرف ایک قول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "اگر میرا ایک قدم جنت میں ہو اور دوسرا جنت سے باہر ہو تو تب بھی اللہ کی ہمد میرا خوف میرے دل میں ہوگا" تو کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن نہیں رکھا؟ کیونکہ آپ تو جنت کی بشارت پانے والے، اور تمام صحابہ کرام میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے نمبر پر آتے ہیں! کیا بندے کو دل مطمئن ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنا چاہیے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کی وضاحت حدیث قدسی کی روشنی میں کر دیں بہت مہربانی ہوگی۔

جواب

الحمد للہ

اول:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ میرے بارے میں گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں)

اس حدیث کو امام بخاری: (7405) اور مسلم: (2675) نے روایت کیا ہے۔

جبکہ سوال میں مذکور حدیث مسند احمد: (16016) وغیرہ میں ہے کہ:

سلیمان بن ابی سائب کتے ہیں کہ ابو نصر حیان نے مجھے بتلایا کہ میں وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ابو الاسود جرشى کے پاس ان کے مرض الموت میں گیا، تو انہوں نے ابو الاسود کو سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ اس پر ابو الاسود نے وائلہ کا دایاں ہاتھ پکڑا اور اپنی آنکھوں اور چہرے پر پھیرا؛ کیونکہ وائلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پھر سیدنا وائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں؟ انہوں نے کہا: وہ کیا؟ سیدنا وائلہ نے کہا: آپ کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا گمان ہے؟ اس پر ابو الاسود نے اپنے سر سے اشارہ کر دیا کہ میرا اللہ تعالیٰ کے بارے میں لہجھا گمان ہے۔ تو پھر سیدنا وائلہ نے انہیں کہا: تو خوش ہو جاؤ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں اب وہ میرے بارے میں جو مرضی گمان کر لے) مسند احمد۔ موسمہ رسالہ۔ کے محققین کہتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور صحیح الجامع میں البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اہل علم کا کہنا ہے کہ: قریب المرگ شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے امید کرے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے گا اور اسے معاف فرمادے گا۔ جبکہ صحت کی حالت میں یہ ہے کہ اللہ کی رحمت کی امید اور اللہ کی پکڑ کا خوف دونوں یکساں ہونے چاہئیں۔ کچھ یہ بھی کہتے ہیں کہ: صحت کی حالت میں خوف غالب رکھے اور جب انسان قریب المرگ ہو، موت کی نشانیاں نظر آنے لگیں تو پھر امید غالب رکھے یا صرف رحمت کی امید ہی لگائے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا خوف اس مقصد سے ہوتا ہے کہ انسان گناہوں اور نافرمانیوں سے بچتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور اچھے اعمال بجالائے، اور قریب المرگ شخص اب کوئی نیکی یا تو بالکل نہیں کر سکتا یا بہت کم کر سکتا ہے اس لیے اس حالت میں مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں حسن ظن رکھے اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور اطاعت گزارى کا مظاہرہ بھی کرے۔" ختم شد



"شرح النووي علی مسلم" (210/17)

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (میں اپنے بندے کے ساتھ میرے بارے میں گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں، اگر لہجھا گمان کرے تو اس کے لیے لہجھا ہوگا، اور اگر گمان کرے تو اس کے لیے برا ہوگا۔) اس حدیث کو بھی مسند احمد کے محققین نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یعنی: اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لہجھا گمان کرے تو میں لہجھا گمان کرے تو میں اس کے ساتھ لہجھا معاملہ کروں گا اور اگر میرے بارے میں گمان لہجھا نہیں رکھتا تو پھر میں بھی اس کے ساتھ لہجھا معاملہ نہیں کروں گا۔" ختم شد
"فیض القدير" (312/2)

چنانچہ مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھے، لہجھے لہجھے اعمال، بجالائے، اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رہے۔ اور اگر کبھی کوئی غلطی اور کوتاہی ہو جائے تو فوری توبہ کرے تاخیر مت کرے، نیز اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے اور گناہوں سے درگزر فرمائے۔

دوم:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

أَفَأَمِنُوا مَخْرَجَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَخْرَجَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ

ترجمہ: کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ کی تدبیر سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو نقصان اٹھانے والی ہو۔ [الاعراف: 99]

شیخ ابن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ: یہاں لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے کہ لوگ گناہوں پر ڈٹے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق پامال کریں اور پھر بھی اللہ کی تدبیر سے بے خوف رہیں! یہاں اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے مراد یہ ہے کہ: لوگوں کے گناہوں اور نافرمانی والے اعمال کے باوجود اللہ تعالیٰ انہیں تسلسل کے ساتھ ڈھیل دے رہا ہے، ان پر ڈھیلوں نعمتیں اور رحمتیں نازل کر رہا ہے۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ ان کے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر فوری عذاب اور پکڑنازل ہو، تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب سے بے خوف ہو چکے ہیں۔" ختم شد

"مجموع فتاویٰ ابن باز" (232/24)

آپ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"مسلمان پر لازم ہے کہ کبھی بھی مالوس نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو، ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مالوس ہونے والوں کی جس طرح مذمت کی ہے اسی طرح بے خوف ہونے والوں کی بھی مذمت فرمائی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

أَفَأَمِنُوا مَخْرَجَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَخْرَجَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ

ترجمہ: کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ کی تدبیر سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو نقصان اٹھانے والی ہو۔ [الاعراف: 99]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: {لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ} تم اللہ کی رحمت سے مالوس نہ ہو جاؤ۔

اس لیے مکلف شخص چاہے کوئی مرد ہے یا عورت مالوس نہ ہو، ناامید ہو کر لہجھا عمل ترک نہ کرے، بلکہ ہمیشہ امید اور خوف کی ملی جلی کیفیت میں رہے کہ اللہ کے عذاب کا بھی ڈر ہو، گناہوں سے دور رہے اور اگر گناہ ہو جائے تو فوری توبہ کرے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے، اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو کر نافرمانی اور سستی میں ملوث نہ ہو جائے۔" ختم شد



"فتاویٰ نور علی الدرب" (38/4)

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"اسی لیے حسن بصری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ : مومن شخص ڈر اور خوف دل میں رکھے ہوئے نیکیاں کرتا ہے ، جبکہ فاجر شخص گناہ کرتے ہوئے بھی ڈر اور خوف دل میں نہیں لاتا۔"

ختم شد

"تفسیر ابن کثیر" (451/3)

سوم :

کچھ لوگ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منسوب بات ذکر کرتے ہیں اور کچھ لوگ اسی بات کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کرتے ہیں کہ : "اگر میرا ایک قدم جنت میں ہو اور دوسرا جنت سے باہر ہو تو تب بھی اللہ کی تدبیر کا خوف میرے دل میں ہوگا۔" تو ایسی کوئی بات ہمیں محدثین کی کتب میں نہیں ملی ، نہ ہی ہمیں کسی اہل علم سے اس بات کا سہہ کر ملا ہے۔

اس حوالے سے شیخ البانی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا :

"مجھے ایسی کسی بات کا علم نہیں ہے۔" ختم شد

لہذا پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مقولہ ثابت ہی نہیں ہے ، پھر دوسری بات یہ ہے کہ مومن اللہ کی تدبیر کا خوف جنت میں داخل ہونے تک رکھتا ہے ، لیکن جب ایک قدم جنت میں چلا گیا تو اللہ کی تدبیر سے امن میں ہے ؛ کیونکہ ایسا کہیں نہیں ہے کہ کسی نے جنت میں ایک قدم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے نکال کر جہنم میں پھینک دیا!

امام احمد رحمہ اللہ سے ایک بار پوچھا گیا :

"انسان کو راحت کب ملے گی؟ تو انہوں نے کہا : جب جنت میں پہلا قدم رکھے گا۔" ختم شد

"طبقات الحنابلة" (293/1)

واللہ اعلم